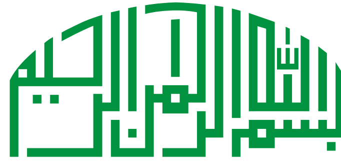


حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

جمع وترتیب

محمد عبید اللہ خان قاسمی

بزم خطباء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا. مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ نَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ:

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید والفرقان الحمید:

أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم:

فَإِنْ آمَنُواْ بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَواْ (البقرۃ:۱۳۷)

ترجمہ: پھر جس طرح تم ایمان لائے ہو اسی طرح وہ بھی ایمان لے آئیں تو انھوں نے ہدایت پالی۔

أنَّ النَّبیَّ صلَّی اللہُ علیہ وسلَّم قال لمعاویۃَ اللّٰھمَّ علِّمْہ الکتابَ والحسابَ ومکِّنْ لہ فی البلادِ وفی روایۃٍ وقِہِ سوءَ العذابِ. (مجمع الزوائد:۹/۳۵۹)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں دعا فرمائی: اے اللہ! معاویہ کو کتاب سکھا دے اور شہروں میں ان کے لیے ٹھکانے بنادے اور ان کو عذاب سے بچالے۔

اللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا مَھْدِیًّا وَاھْدِ بِہٖ۔ (ترمذی: ۳۸۴۲)

ای اللہ معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا اور ان کے ذریعہ سے ہدایت دے۔

تمہید

انبیاء کرام کے بعد صحابہ کرام کی مقدس جماعت تمام مخلوق سے افضل اور اعلیٰ ہے یہ عظمت اور فضیلت صرف صحابہ کرام کو ہی حاصل ہے کہ اللہ نے انھیں دنیا میں ہی مغفرت، جنت اور اپنی رضا کی ضمانت دی ہے بہت سی قرآنی آیات اور احادیث اس پر شاہد ہیں، صحابہ کرام سے محبت اور نبی کریم ﷺ نے احادیث مبارکہ میں جو ان کی افضلیت بیان کی ہے ان کو تسلیم کرنا ایمان کا حصہ ہے، بصورت دیگر ایمان ناقص ہے، یہ دین چونکہ ہمارے پاس انھیں کے واسطے سے پہنچا ہے اس لیے وہ ہمارے ماں باپ سے زیادہ ہمارے محسن ہیں، نبی ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا: لا تَسُبُّوا أصْحَابِي، فلَوْ أنَّ أحَدَكُمْ أنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا، ما بَلَغَ مُدَّ أحَدِهِمْ، ولا نَصِيفَهُ، میرے صحابہ کو برا نہ کہو اس لیے کہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو ان کے ایک مد اور اس کے آدھے کے برابر نہیں ہوسکتا، (بخاری: ۳۶۷۳)

تمام صحابہ فضیلت میں ایک درجہ کے نہیں بلکہ وہ فضیلت میں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں قرآن میں ہے: لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى، تم میں سے جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا، وہ (دوسرے مسلمانوں کے) برابر نہیں، ان کا درجہ بعد میں خرچ کرنے اور جہاد کرنے والوں سے بڑھا ہوا ہے، اور (البتہ) اللہ نے سبھوں سے بہتر (انجام) کا وعدہ فرمایا ہے۔ (الحدید: ۱۰)

یہ بھی ارشاد فرمایا: وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ، اللہ مہاجرین و انصار میں سے سبقت اور پہل کرنے والے اور اخلاص کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں سے راضی ہوئیں اور وہ لوگ بھی اللہ سے راضی ہیں، اللہ نے ان کے لئے ایسے باغات تیار کئے ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی رہیں گی، وہ ہمیشہ ہمیش اسی میں رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے۔ (التوبہ: ۱۰۰) خلاصہ یہ کہ سارے صحابہ فضیلت کے حامل ہیں اور ان میں آپس میں فرق مراتب ہے۔

شرف صحابیت کوئی معمولی چیز نہیں، اس شرف کے لیے اللہ رب العزت نے انھیں منتخب فرمایا، نبی ﷺ نے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا: إنَّ اللهَ اختارَ أصحابي على العالمينَ، سِوى النبيينَ والمُرسَلينَ، واختارَ لي مِن أصحابي أربعةً، يعني: أبا بكرٍ وعُمَرَ وعثمانَ وعليًّا، فجعَلهم مِن أصحابي، وقال في أصحابي: كلُّهم خيرٌ۔
اللہ رب العزت نے نبیوں اور رسولوں کے بعد ساری دنیا سے میرے صحابہ کو منتخب فرمایا، پھر میرے صحابہ میں سے چار یعنی ابوبکر عمر عثمان علی رضی اللہ تعالی عنہم کو چنا، اور ان کو میرا خصوصی یار بنایا، اور فرمایا میرے سارے صحابہ میں خیر ہے، (مجمع الزوائد: ۱۰/ ۱۸)

صحابہ کا تذکرہ کثرت سے کرنا چاہیے، اس لیے بھی ان عظیم ہستیوں کی تعریف کرنا کار خیر ہے کہ قرآن کریم نے ان مقدس انسانوں کے ایمان کو بعد میں آنے والے انسانوں کے لیے معیار اور پیمانہ بنایا ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ

مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا (البقرۃ:۱۳۷) یعنی اگر تم ایمان اس طرح لاؤ جیسا کہ ایمان صحابہ کرام لائے ہیں تو تحقیق تم فلاح پا جاؤ گے، اس لحاظ سے بھی صحابہ کرام کا ذکر کرنا ضروری ہے، تا کہ امت محمدیہ ان کے مقام اور مرتبہ کو سمجھے اور ان کے مطابق ایمان بنانے کی کوشش کرے۔

جماعتِ صحابہ میں سے خاص طور پر وہ ہستیاں جنہوں نے آپ ﷺ کے بعد اس امت کی زمامِ اقتدار، امارت، قیادت اور سیادت کی ذمہ داری سنبھالی، اور امور دنیا اور نظامِ حکومت چلانے کے لیے ان کے اجتہادات اور فیصلوں کو شریعتِ اسلامی میں ایک قانونی دستاویز کی حیثیت حاصل ہے۔

ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں ایک جلیل القدر صحابی سیدنا امیر معاویہؓ ہیں،، رجب کا مہینہ چل رہا ہے، ۲۲ رجب المرجب کو آپ کی وفات ہوئی، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی مختصر سیرت پر روشنی ڈالی جائے، اور اس لیے بھی آپ کا ذکر خیر مناسب ہے کہ آپ کے بارے میں لوگوں نے طرح طرح کی باتیں مشہور کر رکھی ہیں۔

جب سے تاریخ کا قلمدان متعصب مزاج لوگوں کے ہتھے چڑھا ہے، حقائق کو مسخ کر کے جتنی بے انصافی اس عظیم المرتبت شخصیت سے برتی گئی شاید کسی اور سے اتنی کی گئی ہو، اس لیے ان کے شان و مقام عظمت اور سنہری کارناموں کو بیان کرنا جہاں ہماری عقیدت کا مسئلہ ہے وہاں پر تاریخ سے انصاف کا تقاضا بھی ہے۔

نام ونسب

حضرت معاویہؓ نام، ابوعبدالرحمن کنیت، والد کا نام ابوسفیان تھا، سلسلہ نسب یہ ہے، معاویہ بن صخر ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف بن قصی قرشی اموی، ماں کا نام ہندہ تھا، نانہالی شجرہ یہ ہے، ہندہ بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبدشمس بن عبدمناف بن قصی قرشیہ امویہ، اس طرح معاویہؓ کا شجرہ پانچویں پشت پر آنحضرت ﷺ سے مل جاتا ہے۔

ان کا خاندان بنوامیہ زمانۂ جاہلیت سے قریش میں معزز ممتاز چلا آتا تھا، ان کے والد ابوسفیان قریش کے سرداروں میں شمار کیے جاتے تھے، ابوسفیان آغاز بعثت سے فتح مکہ تک اسلام کے سخت دشمن رہے اور آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کی ایذا رسانی اور اسلام کی بیخ کنی میں کوئی امکانی کوشش باقی نہیں رکھی۔

ولادت باسعادت

حضرت معاویہؓ کی ولادت بعثت نبوی سے پانچ سال قبل ۶۰۸ء میں ہوئی، ماں باپ نے اُس وقت کے عرب کے دستور کے مطابق مختلف علوم وفنون سے آپؓ کو آراستہ کیا اور آپ کو اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم دلوانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ (الاصابہ فی تمییز الصحابہؓ: ۴۱۲/۳)

حلقہ بگوشِ اسلام

بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت معاویہؓ صلح حدیبیہ کے بعد سنہ ۷ ہجری میں عمرۃ القضاء سے پہلے ہی ایمان لے آئے تھے، لیکن کچھ والدہ کے ڈر اور کچھ دیگر معقول اعذار کی بناء پر آپؓ نے اپنا قبولِ اسلام مخفی رکھا، پھر عین فتح مکہ کے موقع پر اپنے والد بزرگوار حضرت ابوسفیانؓ کے ہم راہ واشگاف الفاظ میں آپؓ نے اپنے اسلام لانے کا اعلان کیا۔ (الاصابہ فی تمیز الصحابہؓ: ۴۱۲/۳)

غزوات

حضرت ابوسفیان کی اسلام سے دشمنی کے باوجود حضرت معاویہؓ کو مسلمانوں سے کوئی خاص عناد نہ تھا؛ چنانچہ ان کے اسلام لانے سے پہلے بدر اور احد وغیرہ بڑے بڑے معرکے ہوئے مگر ان میں سے کسی میں مشرکین کے ساتھ حضرت معاویہ کی شرکت کا پتہ نہیں چلتا، قبول اسلام کے بعد حضرت معاویہؓ حنین اور طائف غزوۂ یمامہ اور چھوٹی بڑی کئی جنگوں میں شریک ہوئے، حنین کے مال غنیمت میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو سو اونٹ اور ۴۰ اوقیہ سونا یا چاندی مرحمت فرمایا تھا۔

(ابن سعد: ۷/ ۱۲۸، سیرت ابن ہشامؒ: ۲۹۲/ ۲)

حسن صورت اور حسن سیرت

حضرت معاویہؓ کو قدرتِ الٰہیہ نے جہاں ظاہری حسن صورت کے لحاظ سے گلابی رنگ، کتابی چہرہ، سرو قد، جاذب نظر اور پُرکشش بانکپن جیسی خوب صورت شکل و وجاہت سے نواز رکھا تھا تو وہیں حسن سیرت کے لحاظ سے بھی آپؓ کو اپنی خشیت وللّٰہیت، اطاعت پیمبری، حلم و بردباری، عفو درگزر، نرم خوئی، عمدگیٔ اخلاق، بلندیٔ کردار، فقر و استغنا، عاجزی و انکساری، سادگی اور ظرافت طبع جیسی عمدہ صفات اور اعلیٰ صلاحیتوں سے بھی وافر حصہ عطا فرما رکھا تھا۔

خدمت نبوی اور کتابت وحی

چوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ''کتابت وحی'' ایک نازک ترین مگر عظیم ترین کام تھا اور اس کے لیے جس احساسِ ذمہ داری، امانت داری و دیانت داری اور جس علم وفہم کی ضرورت تھی وہ محتاجِ بیاں نہیں اور حضرت معاویہؓ میں یہ تمام تر باتیں بوجہ اتم موجود تھیں اس لئے حضرت معاویہؓ کے حلقہ بگوشِ اسلام ہوجانے کے بعد حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر دور شناس نے آپؓ کی علمی پختگی اور عملی شیفتگی کو فوراً بھانپ لیا اور آپؓ کو ''کتابت وحی'' جیسے نازک مگر عظیم کام پر مامور فرما دیا، جسے نہایت عمدگی اور بہتر انداز میں آپؓ ادا فرماتے رہے تا آں کہ آپؓ کا شمار کاتبین وحی کے کبار اور جلیل القدر صحابہؓ میں ہونے لگا، چنانچہ علامہ ابن حزمؒ کی تحقیق کے مطابق کتابت وحی کے سلسلہ میں آنحضرتؐ کی خدمت میں سب سے زیادہ رہنے کا شرف پہلے نمبر پر اگر حضرت زید بن ثابتؓ کو حاصل ہے تو دوسرے نمبر پر بلا شرکت غیرے حضرت معاویہؓ کو حاصل ہے۔ (جوامع السیرۃ: ص ۲۷)

اس کے علاوہ آنحضرت ﷺ نے اپنے باہر اور دور دراز سے آنے والے مہمانوں کی خاطر مدارات اور ان کے قیام وطعام کا بندوبست اور انتظام واہتمام حضرت معاویہؓ کے ہی سپرد فرما رکھا تھا۔ (تاریخ اسلام: ۷/ ۲)

اور مکہ مکرمہ سے آجانے کے بعد تو حضرت معاویہؓ نے مستقل طور پر اپنے آپ کو حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا۔

حضرت معاویہؓ کا تذکرہ احادیث مبارکہ میں

حضرت معاویہؓ کی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں مسلسل حاضری، کتابت وحی، امانت داری ودیانت داری اور دیگر صفات محمودہ کی وجہ سے متعدد بار کئی مواقع پر آپؓ کے حق میں دُعائیں فرمائیں۔

اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ۔ (ابن حبان: ۷۲۱۰)

اے اللہ معاویہ کو کتاب اللہ اور حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے بچا۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهِ۔ (ترمذی: ۳۸۴۲)

اے اللہ معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا اور ان کے ذریعہ سے ہدایت دے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَاءَ جِبْرِيلُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، اسْتَوْصِ مُعَاوِيَةَ، فَإِنَّهُ أَمِينٌ عَلَى كِتَابِ اللهِ، وَنِعْمَ الأَمِينُ هُوَ۔ (المعجم الأوسط للطبرانی: ۴۰۳۳)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے اور کہا کہ حضرت معاویہؓ کے حق میں وصیت فرمائیے، کیوں کہ یہ اللہ کی کتاب کے امین ہیں اور عمدہ امین ہیں۔

حضرت معاویہؓ کے حق میں آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی:

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الأُمَوِيُّ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: كَانَتْ إِدَاوَةٌ يَحْمِلُهَا أَبُو هُرَيْرَةَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاشْتَكَى أَبُو هُرَيْرَةَ فَحَمَلَهَا مُعَاوِيَةُ، فَبَيْنَمَا هُوَ يُوَضِّئُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: يَا مُعَاوِيَةُ: إِنْ وُلِّيتَ مِنْ أُمُورِ الْمُؤْمِنِينَ شَيْئًا فَاتَّقِ اللهَ وَاعْدِلْ، فَمَا زِلْتُ أَظُنُّ أَنِّي مُبْتَلًى حَتَّى وُلِّيتُ، لِقَوْلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (الطبقات الكبرى لابن سعد: ۱۰۷۸۰)

ترجمہ: ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیمار ہوگئے تو ان کے پیچھے حضرت معاویہؓ نے (ان کی خدمت سنبھالی اور) برتن لیا اور نبی ﷺ کے پیچھے چلے گئے، ابھی وہ نبی ﷺ کو وضو کرا رہے تھے کہ نبی ﷺ نے ایک دو مرتبہ ان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا "اے معاویہ! اگر تمہیں (مومنین) کے کسی کام (یا کسی جگہ) متولی وحاکم بنایا جائے تو امور حکومت کی انجام دہی میں اللہ سے ڈرتے رہنا اور عدل وانصاف کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا، حضرت معاویہؓ کہتے ہیں کہ میں برابر خیال کرتا رہا کہ آنحضرت ﷺ کے فرمانے کے بموجب میں کسی کام (یعنی امارت وسرداری) میں مبتلا کیا جاؤں گا، یہاں تک کہ میں مبتلا کیا گیا (یعنی دور فاروقی میں

آنحضرت ﷺ کا فرمان ثابت ہوا اور امارت و سرداری نصیب ہوئی)۔

یہ اور اس طرح کی بہت سی روایات اور آثار ہیں جن میں نبی کریم ﷺ نے اور اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین نے حضرت امیر معاویہؓ کے فضائل و مناقب کو بیان کیا ہے۔

حضرت معاویہؓ عہد صدیقی میں

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت معاویہؓ نے تمام صحابہ کرام کی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت کے اوّل ایام ہی میں آپؓ روایت حدیث کی طرف متوجہ ہوگئے اور کئی ایک احادیث حضرت ابوبکرؓ، حضرت عثمانؓ اور اپنی ہمشیرہ حضرت ام حبیبہؓ سے روایت کیں، جن کی تعداد علامہ ابن حجر مکیؒ کی تحقیق کے مطابق ۱۲۳ ہے۔ (اعلام الاسلام: ص ۲۲۶)

جہادِ شام کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپؓ کے حقیقی بھائی حضرت یزید بن ابی سفیانؓ کو امیر لشکر بنا کر جب کہ آپؓ کو اس لشکر کا علم بردار بنا کر روانہ فرمایا۔ (محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ: ۱/ ۴۷۴، فتوح البلدان، ص: ۴۸)

حضرت معاویہؓ عہد فاروقی میں

جو علاقے رومیوں کے قبضے میں چلے گئے تھے، حضرت معاویہؓ نے اُن کے ہاتھ سے چھین کر وہاں اسلامی شوکت و حشمت کا جھنڈا لہرا دیا نیز اپنی جان خطرے میں ڈال کر ''قلعہ عرفہ'' کو فتح کیا جس سے حضرت عمر فاروقؓ بہت زیادہ متاثر ہوئے اور آپؓ کو اُردن کا گورنر مقرر فرما دیا۔ (تاریخ اُمت: ۸/ ۳)

عہد عثمانی میں پہلے بحری بیڑے کا قیام

عہد عثمانی میں حضرت معاویہؓ نے پہلا اسلامی بحری بیڑا ایجاد کیا جو سنہ ۲۸ ہجری میں بحیرۂ روم میں اُترا چنانچہ کچھ ہی دنوں بعد یورپ و افریقہ کی وسیع و عریض زمین پر اسلامی جھنڈا لہراتا ہوا نظر آنے لگا۔ (سیدنا معاویہ بن ابی سفیانؓ: ۴۵، ۴۶)

یہ اسلام کا پہلا بحری بیڑہ تھا اور باتفاق محدثین آپ رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے اس بیڑے میں شامل مجاہدین ہی اس حدیث کا مصداق ہیں جس میں حضور اکرم ﷺ نے بحری جہاد کرنے والوں کو جنت کی خوشخبری دی ہے۔

حضرت معاویہؓ عہد مرتضوی میں

حضرت عثمانؓ کی المناک شہادت کے بعد حضرت علی المرتضیٰؓ مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ راشد ہوئے، لیکن افسوس کہ آپؓ کا انتخاب ایک انتہائی پُرآشوب اور ہنگامی دور میں ہوا، اور حضرت امیر معاویہؓ کا حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے اختلاف ہوا، جنگیں

بھی ہوئیں، جن کو بنیاد بنا کر ایک طبقہ حضرت امیر معاویہ ؓ کو برا بھلا کہتا ہے۔

حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ ؓ کے باہمی تعلقات

باغی راویوں کی پوری کوشش رہی ہے کہ حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کو معاذ اللہ ایک دوسرے کا دشمن ثابت کیا جائے، کبھی وہ ان کی زبان سے ایک دوسرے پر لعنت کہلواتے ہیں، کبھی ایک دوسرے کو برا بھلا کہلواتے ہیں اور ان کے اسلام میں شک کرواتے ہیں، درحقیقت یہ ان کے اپنے جذبات ہیں جنھیں وہ زبردستی حضرت علی یا معاویہ رضی اللہ عنہما کی زبان سے کہلوانے کی کوشش کرتے ہیں، ایسی تمام روایات کا اگر جائزہ لیا جائے تو ان کی سند میں کوئی نہ کوئی جھوٹا راوی ضرور موجود ہوگا، یہاں چند روایات اور کچھ نکات پیش کی جارہی ہے ہیں، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان حضرات کی ایک دوسرے کے بارے میں کیا رائے تھی؟

۱۔ حضرت علیؓ کے بھائی عقیل اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے قریبی ساتھی تھے اور دوسری طرف حضرت معاویہ کے بھائی زیاد بن ابی سفیان، حضرت علی کے قریبی ساتھی تھے اور آپ نے انہیں ایران وخراسان کا گورنر مقرر کر رکھا تھا، ایک بار عقیل، معاویہ کے پاس بیٹھے تھے تو معاویہ نے جی کھول کر علی کی تعریف کی اور انہیں بہادری اور چستی میں شیر، خوبصورتی میں موسم بہار، جود وسخا میں دریائے فرات سے تشبیہ دی اور کہا: ”اے ابو یزید (عقیل)! میں علی بن ابی طالب کے بارے میں یہ کیسے نہ کہوں، علی قریش کے سرداروں میں سے ایک ہیں اور وہ نیزہ ہیں جس پر قریش قائم ہیں، علی میں بڑائی کی تمام علامات موجود ہیں“ عقیل نے یہ سن کر کہا: ”امیر المومنین! آپ نے فی الواقع صلہ رحمی کی۔“ (ابن عساکر۔ 42/416)

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین کے بعد جو خط شہروں میں بھیجا، اس میں فرمایا: ہمارے معاملہ کی ابتدا یوں ہوئی کہ ہم میں اور اہل شام میں مقابلہ ہوا، ظاہر ہے کہ ہمارا اور ان کا رب ایک، ہمارا اور ان کا نبی ایک، ہماری اور ان کی اسلام کے متعلق دعوت ایک، اس معاملے میں نہ وہ ہم سے زیادہ تھے اور نہ ہم ان سے، صرف ایک معاملے میں ہم میں اختلاف ہوا اور وہ تھا خون عثمان کا جبکہ ہم اس سے بری تھے۔ (نہج البلاغہ۔ خط نمبر ۵۸)

کتنے افسوس کا مقام ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ تو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام کو اپنے جیسا ایماندار اور مسلمان اور ان کے مقتولین کو جنتی بتلائیں اور دشمنانِ صحابہ سبائی انہیں کافر اور منافق قرار دیں، اب قارئین خود فیصلہ فرمائیں کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بات معتبر سمجھی جائے یا سبائی گروہ کی۔

۳۔ ایک شخص نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کوئی دینی سوال کیا، آپ نے فرمایا: ”اس بارے میں علی بن ابی طالب سے پوچھ لیجیے، وہ مجھ سے زیادہ بڑے عالم ہیں۔“ اس نے کہا: ”امیر المومنین! آپ کی رائے، میرے نزدیک علی کی رائے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔“ آپ نے فرمایا: ”آپ نے تو بہت ہی بری بات کی اور آپ کی رائے بہت ہی قابل مذمت ہے، کیا آپ ان صاحب

(علی) کی رائے کو ناپسند کر رہے ہیں جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم سے عزت بخشی ہے؟ آپ نے انہیں فرمایا تھا: 'علی! آپ میرے لیے وہی حیثیت رکھتے ہیں جو کہ موسی کے نزدیک ہارون (علیہما الصلوۃ والسلام) کی تھی۔ فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔' (ابن عساکر۔ 42/170)

۴۔ خوارج نے حضرت علی، معاویہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کو ایک ہی رات میں شہید کرنے کا منصوبہ بنایا، حضرت معاویہؓ نے اپنے حملہ آور کو پکڑ لیا تو وہ کہنے لگا: میرے پاس ایسی خبر ہے جسے سن کر آپ خوش ہو جائیں گے، اگر میں آپ سے وہ بیان کر دوں تو آپ کو بہت نفع پہنچے گا، آپ نے فرمایا: بیان کرو، کہنے لگا: آج میرے بھائی نے علی کو قتل کر دیا ہوگا، آپ نے فرمایا: کاش! تمھارا بھائی ان پر قابو نہ پا سکے۔ (طبری)

۵۔ جنگ صفین کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگو! آپ لوگ معاویہؓ کی گورنری کو ناپسند مت کریں، اگر آپ نے انھیں کھو دیا تو آپ دیکھو گے کہ سر اپنے شانوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے جیسے حنظل کا پھل اپنے درخت سے ٹوٹ ٹوٹ کر گرتا ہے۔'' (مصنف ابن ابی شیبہ)

حَدَّثَنَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ مُجَالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْحَارِثِ، قَالَ: لَمَّا رَجَعَ عَلِيٌّ مِنْ صِفِّينَ عَلِمَ أَنَّهُ لَا يَمْلِكُ أَبَدًا فَتَكَلَّمَ بِأَشْيَاءَ كَانَ لَا يَتَكَلَّمُ بِهَا ,وَحَدَّثَ بِأَحَادِيثَ كَانَ لَا يَتَحَدَّثُ بِهَا فَقَالَ: فِيمَا يَقُولُ: أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَكْرَهُوا إِمَارَةَ مُعَاوِيَةَ وَاللَّهِ لَوْ قَدْ فَقَدْتُمُوهُ! لَقَدْ رَأَيْتُمُ الرُّءُوسَ تَنْزُو مِنْ كَوَاهِلِهَا كَالْحَنْظَلِ۔

(مصنف ابن أبي شيبة: ۳۷۱۵۱)

٦۔ یزید بن اصم کہتے ہیں کہ جب علی اور معاویہ کے درمیان صلح ہوگئی تو علی اپنے مقتولین کی جانب نکلے اور فرمایا: ''یہ لوگ جنت میں ہوں گے۔'' پھر معاویہ کے مقتولین کی طرف چلے اور فرمایا: ''یہ لوگ بھی جنت میں ہوں گے۔ (روز قیامت) یہ معاملہ میرے اور معاویہ کے درمیان ہوگا، فیصلہ میرے حق میں دیا جائے گا اور معاویہ کو معاف کر دیا جائے گا، مجھے میرے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح بتایا تھا۔'' (ابن عساکر۔ 59/139)

(۷) حضرت علی المرتضیٰؓ کی رحلت کا وقت جب قریب آیا تو آپؓ نے اپنے بیٹے حضرت حسنؓ کو اپنے پاس بلایا اور اُن کو وصیت فرمائی کہ: بیٹا! حضرت معاویہؓ کی امارت قبول کرنے سے ہرگز نفرت نہ کرنا! ورنہ باہم کشت و خون ریزی دیکھو گے۔''

(البدایہ والنہایہ: ۱۳۱/ ۸)

(۷) سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کچھ اختلاف کے باوجود ان کا کتنا احترام کرتے تھے اور ان کے بارے میں کس قدر حسنِ ظن رکھتے تھے۔

تاریخِ اسلام کے اوراق میں آپ کو نظر آئے گا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین جنگ جاری ہے،

منافقین کی شرارتوں، خباثتوں اور کارستانیوں کے نتیجے میں گھمسان کا رن پڑ رہا ہے کہ اس دوران قیصر روم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاقے پر قبضہ کرنے کا خطرناک منصوبہ بنایا، اس کا خیال تھا کہ مسلمان آپس میں دست وگریباں ہیں اور مجھے اس سے زیادہ مناسب موقع پھر کبھی میسر نہیں آئے گا، اس نے سوچا کہ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ اندرونی طور پر سخت مشکل میں ہیں ان کی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ٹھنی ہوئی ہے، میرے اس اقدام سے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی خوش ہوں گے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو قیصر روم کے خطرناک اور زہریلے عزائم کی اطلاع ملی تو بے حد پریشان ہوئے، م کیونکہ بیک وقت دو محاذوں پر جنگ لڑنا اور دو محاذوں پر جنگ جاری رکھنا ان کے لیے بہت دشوار اور مشکل تھا، مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اس پریشانی اور اضطراب کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی للکار نے دور کر دیا۔

قیصرِ روم کے اس ارادے کی اطلاع جب حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو وہ بے چین ہو گئے اور اسی وقت ایک خط قیصر روم کے نام تحریر فرمایا جس کے ذریعے انہوں نے قیصر روم کی غلط فہمیوں کو اس خوبصورتی کے ساتھ دور کیا کہ خط لکھنے کا حق ادا کر دیا، خط کیا تھا؟ ایک مؤثر ہتھیار تھا، پر مغز، مؤثر اور جلال سے بھرپور، رعب ودہشت کا مجسمہ جسے پڑھ کر قیصر روم کے حواس اڑ گئے اور اوسان خطا ہو گئے، قیصر روم پر ایسی دہشت اور ایسا رعب طاری ہوا کہ اس کے قدم جہاں تھے وہیں رک گئے، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خط کا مضمون اور طرزِ تحریر کس قدر ایمان افروز اور کفر سوز ہے یہ ایک الگ حقیقت ہے، مگر خط کی ابتداء میں آپ نے جس تیز وتلخ، رعب دار اور جلال سے بھرپور لہجے میں قیصر روم کو مخاطب کیا ہے وہ انداز اپنی جگہ "اشداء علی الکفار" کی عملی تصویر ہے۔

خط کے آغاز میں تحریر فرمایا: اے لعنتی انسان! مجھے اپنے اللہ کی قسم ہے اگر تو اپنے ارادے سے باز نہ آیا اور اپنے شہروں کی طرف واپس پلٹ نہ گیا تو کان کھول کر سن! پھر میں اور میرے چچازاد بھائی تیرے خلاف صلح کر لیں گے، پھر تجھے تیرے ملک سے نکال دیں گے اور زمین باوجود وسعت کے تم پر تنگ کر دیں گے۔ (البدایہ والنہایہ: ۸/ ۱۱۹)

حضرت حسنؓ سے مصالحت

معاہدۂ صلح کے ایک سال بعد جب حضرت علیؓ کا انتقال ہو گیا اور آپؓ کی جگہ آپؓ کے بیٹے حضرت حسنؓ جانشین خلافت ہو گئے تو شیعانِ علیؓ نے حضرت حسنؓ کو حضرت معاویہؓ سے لڑنے پر آمادہ کیا اور زور دیا تو اُس وقت حضرت حسنؓ کو اپنے والد گرامی حضرت علیؓ کی مذکورہ بالا وصیت یاد آ گئی، اسی طرح نبی کریم ﷺ کی بھی پیشینگوئی بھی تھی، اس لئے آپؓ نے یہ فیصلہ فرما لیا کہ اب حضرت معاویہؓ سے صلح کر لینا ہی بہتر ہے۔

حسن اتفاق دیکھئے کہ ابھی حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہؓ سے صلح کرنے کا دل میں سوچا ہی تھا کہ حضرت معاویہؓ نے آپؓ سے صلح کرنے میں پیش قدمی کر لی، جس کے بعد حضرت حسنؓ نے اپنی دلی رضاء ورغبت کے ساتھ منصب خلافت حضرت معاویہؓ کو سونپ دیا اور حضرت معاویہؓ کو اپنا خلیفہ تسلیم فرما کر خلافت جیسے عظیم عہدے سے سبک دوش ہو گئے۔ (تاریخ اسلام: ۱/ ۵۴۴)

فتوحاتِ معاویہؓ پر ایک اجمالی نظر

۹ ہجری میں حضرت معاویہؓ نے قیساریہ کو فتح کیا، ۲۷ ہجری میں بحری بیڑہ لے کر قبرص کی جانب بڑھے اور تاریخ اسلام کی پہلی بحری جنگ لڑی، ۲۸ ہجری میں قبرص کا عظیم الشان جزیرہ مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوا، ۳۲ ہجری میں آپؓ نے قسطنطنیہ کے قریبی علاقوں میں جہاد جاری رکھا، ۳۳ ہجری میں افرنطہ، ملطیہ اور رُوم کے کچھ قلعے فتح کئے، ۳۵ ہجری میں آپؓ کی قیادت میں غزوۂ ذی خشب پیش آیا، ۴۲ ہجری میں غزوۂ سجستان پیش آیا اور سندھ کا کچھ حصہ مسلمانوں کے زیرنگین آیا، ۴۳ ہجری میں سوڈان کا ملک فتح ہوا اور سجستان کا مزید علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آیا، ۴۴ ہجری میں افغانستان کا مشہور شہر کابل فتح ہوا اور مسلمان ہندوستان میں قندابیل کے مقام تک پہنچ گئے، ۴۵ ہجری میں افریقہ پر لشکر کشی کی گئی اور ایک بڑا حصہ مسلمانوں کے زیرنگین آیا، ۴۶ ہجری میں صقلیہ (سسلی) پر پہلی بار حملہ کیا گیا اور کثیر تعداد میں مالِ غنیمت مسلمانوں کے قبضہ میں آیا، ۴۷ ہجری میں افریقہ کے مزید علاقوں میں غزوات جاری رہے، ۵۰ / ۵۱ ہجری میں غزوۂ قسطنطنیہ پیش آیا، ۵۴ ہجری میں مسلمان نہر جیجون کو عبور کرتے ہوئے بخارا تک پہنچے تھے اور ۵۶ ہجری میں غزوۂ سمرقند پیش آیا۔

بطور خلیفہ خدمات جلیلہ

۴۱ھ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت سے دستبرداری پر آپ رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین بنے، تمام مسلمانوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست پر بیعت کی، آپ رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تقریباً ۲۰ سال پر محیط ہے۔

(۱) آپ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فتوحات کا سلسلہ انتہائی برق رفتاری سے جاری رہا اور قلات، قندھار، قیقان، مکران ، سیسان، سمرقند، ترمذ، شمالی افریقہ، جزیرہ روڈس، جزیرہ اروڈ، کابل، صقلیہ (سسلی) سمیت مشرق و مغرب، شمال و جنوب کا ۲۲ لاکھ مربع میل سے زائد علاقہ اسلام کے زیرنگیں آ گیا، ان فتوحات میں غزوہ قسطنطنیہ ایک اہم مقام رکھتا ہے، یہ مسلمانوں کی قسطنطنیہ پر پہلی فوج کشی تھی، مسلمانوں کا بحری بیڑہ سفیان ازدی رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں روم سے گزر کر قسطنطنیہ پہنچا اور قلعے کا محاصرہ کر لیا۔

(۲) آپ رضی اللہ عنہ نے فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ موسم سرما میں اور دوسرا حصہ موسم گرما میں جہاد کرتا تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے فوجیوں کا وظیفہ دگنا کر دیا، ان کے بچوں کے بھی وظائف مقرر کر دیئے نیز ان کے اہل خانہ کا مکمل خیال رکھا۔

(۳) مردم شماری کے لیے باقاعدہ محکمہ قائم کیا۔

(۴) بیت اللہ شریف کی خدمت کے لئے مستقل ملازم رکھے، بیت اللہ پر دیبا و حریر کا خوبصورت غلاف چڑھایا۔

(۵) تمام قدیم مساجد کی ازسرنو تعمیر و مرمت، توسیع و تجدید اور تزئین و آرائش کی۔

(۶) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلا اقامتی ہسپتال دمشق میں قائم کیا۔

(۷) نہروں کے نظام کے ذریعے سینکڑوں مربع میل اراضی کو آباد کیا اور زراعت کو خوب ترقی دی۔

(۸) نئے شہر آباد کیے اور نو آبادیاتی نظام متعارف کرایا۔

(۹) خط دیوانی ایجاد کیا اور قوم کو الفاظ کی صورت میں لکھنے کا طریقہ پیدا کیا۔

(۱۰) ڈاک کے نظام کو بہتر بنایا، اس میں اصلاحات کیں اور باقاعدہ محکمہ بنا کر ملازم مقرر کیے۔

(۱۱) احکام پر مہر لگانے اور حکم کی نقل دفتر میں محفوظ رکھنے کا طریقہ ایجاد کیا۔

(۱۲) عدلیہ کے نظام میں اصلاحات کیں اور اس کو مزید ترقی دی۔

(۱۳) آپ نے دین اخلاق اور قانون کی طرح طب اور علم الجراحت کی تعلیم کا انتظام بھی کیا۔

(۱۴) آپ نے بیت المال سے تجارتی قرضے بغیر اشتراک نفع یا سود کے جاری کر کے تجارت وصنعت کو فروغ دیا اور بین الاقوامی معاہدے کیے۔

(۱۵) سرحدوں کی حفاظت کے لیے قدیم قلعوں کی مرمت کر کے اور چند نئے قلعے تعمیر کرا کر اس میں مستقل فوجیں متعین کیں۔

(۱۶) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں ہی سب سے پہلے منجنیق کا استعمال کیا گیا۔

(۱۷) مستقل فوج کے علاوہ رضا کاروں کی فوج بنائی۔

(۱۸) بحری بیڑے قائم کیے اور بحری فوج (نیوی) کا شعبہ قائم کیا، یہ آپ رضی اللہ عنہ کا تجدیدی کارنامہ ہے۔

(۱۹) جہاز سازی کی صنعت میں اصلاحات کیں اور باقاعدہ کارخانے قائم کیے۔ پہلا کارخانہ ۵۴ھ میں قائم ہوا۔

(۲۰) قلعے بنائے، فوجی چھاؤنیاں قائم کیں اور "دارالضرب" کے نام سے شعبہ قائم کیا۔

(۲۱) امن عامہ برقرار رکھنے کے لئے پولیس کے شعبے کو ترقی دی جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قائم کیا تھا۔

(۲۲) دارالخلافہ دمشق اور تمام صوبوں میں قومی وصوبائی اسمبلی کی طرز پر مجالس شوریٰ قائم کیں۔

(۲۳) رعایا کی خبر گیری: کسی بھی حکمران کے لیے سب سے اہم بات رعایا کی خبر گیری اور ان کی ضروریات کو منظم طور پر پورا کرنا ہوتا ہے، چنانچہ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے رعایا کی خبر گیری کا پورا نظام مقرر کیا ہوا تھا، ہر ہر قبیلے میں ایک شخص کو متعین فرماتے جو قبیلے والوں کے حالات اور ضروریات کی مکمل خبر گیری کرتا، وہ ہر روز اپنے قبیلے والے سے یہ سوال کرتا کہ کیا کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟

قبیلہ میں کوئی نئی بات پیش آئی ہے؟

قبیلہ میں کوئی مہمان آیا ہے؟

اور اگر مہمان آیا ہے تو اس کی ضروریات کیا ہیں؟

اس کے بعد وہ شخص سرکاری دفتر پہنچتا، بچہ کا نام اور دیگر کوائف ایک رجسٹر میں درج کرتا اور ان کی ضروریات کا مناسب انتظام

کرنے کے لیے وظیفہ مقرر کرتا۔

(۲۴) تاریخ عرب وعجم کی تدوین: ابن ندیم نے الفہرست میں لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں یمن کے دارالحکومت صنعا میں عبید بن شریہ جہمی بہت بڑا تاریخ دان رہا کرتا تھا، اس نے زمانہ جاہلیت بھی پایا اور عہد نبوت بھی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث نہیں سنی تھی، اسے عرب وعجم کے سلاطین اور امراء کے حالات ازبر تھے، علم انساب کا ماہر تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے اسے حکم دیا کہ سابقہ عرب وعجم کی تاریخ کو کتابی شکل میں مدون کرے، چنانچہ اس نے کئی کتابیں لکھیں مثلاً کتاب الامثال، کتاب الملوک اور کتاب الماضیین وغیرہ، اسی طرح اس وقت کے مشہور تاریخ دان دغفل بن حنظلہ سدوسی کو بھی تدوین تاریخ میں لگایا۔

(۲۵) یونانی طب کے لیے خدمات: علامہ شبلی نعمانی نے الانتقاد میں لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے عہد میں ایک شخص ابن آثال ماہر لسانیات تھا، اس نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم پر یونانی طب کی کتابوں کو یونانی سے عربی زبان میں منتقل کیا، اور اس سے پہلے یہ کام کسی شخص نے نہیں کیا تھا۔

امہات المومنین سے حسن سلوک

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب المصنف میں عبدالرحمان بن عصمہ کے حوالے سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایک قاصد ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں کچھ ہدیہ لے کر حاضر ہوا اور آکر عرض کی کہ امیر المومنین کی طرف سے یہ ہدیہ قبول فرمائیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہ ہدیہ قبول فرمالیا، جب وہ قاصد واپس چلا گیا تو عبدالرحمان بن عصمہ نے ام المومنین سے عرض کیا کہ کیا ہم مومن نہیں اور وہ امیر المومنین نہیں؟ تو ام المومنین سیدہ عائشہ نے فرمایا کہ ہاں تم مومن ہو اور وہ (سیدنا معاویہ بن ابو سفیان) امیر المومنین ہیں۔

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ایک بار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک قیمتی ہار ہدیۃً پیش کیا جس کی اس وقت قیمت ایک لاکھ درہم تھی، سیدہ نے وہ قبول فرمایا اور اسے دیگر امہات المومنین میں تقسیم فرمایا۔

حسنین کریمین سے خوشگوار تعلق

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ میں لکھا ہے کہ جب حضرت امیر معاویہ کی خلافت قائم ہوگئی تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اپنے بھائی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لاتے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں شہزادوں کا بہت زیادہ اعزاز واکرام فرماتے انہیں مرحبا کہتے اور بیش قیمت عطیات سے ان کی خدمت فرماتے۔

مقدس متبرکات سے حصول فیض

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ متبرکات تھے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے: "حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کاٹے۔" وہ بال آپ نے اپنے پاس محفوظ رکھے اور وصیت فرمائی کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو ان کو میرے منہ اور ناک میں رکھ دیا جائے۔

مورخ بلاذری نے انساب الاشراف میں لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تراشے ہوئے ناخن مبارک کے چند ٹکڑے موجود تھے آپ نے وصیت فرمائی کہ بعد وفات ان کو میرے منہ، ناک، آنکھوں اور کانوں میں ڈال دیا جائے اور فرماتے تھے کہ مجھے پوری امید ہے کہ ان کی برکت سے میری معافی ہو جائے گی۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک قمیص مبارک بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھی جس کے بارے میں ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ جب آپ مرض الوفات میں تھے تب آپ نے یہ وصیت فرمائی کہ اس قمیص کو میرے کفن میں ایسے طور پر شامل کرنا کہ یہ میرے جسم کے ساتھ ملی رہے۔

تقویٰ کی تلقین

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ پر شدت مرض کی وجہ سے غنودگی طاری ہوگئی، جب کچھ افاقہ ہوا تو آپ نے اپنے اہل خانہ کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اللہ کا خوف کرو، جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ہلاکتوں سے بچا لیتے ہیں اور جو شخص اللہ سے خوف نہیں رکھتے تو ان کی ہلاکت سے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔

مکارم اخلاق

امام ذہبی نے تاریخ اسلام میں لکھا ہے کہ آپ حلم و بردباری اور اپنے اعلیٰ اوصاف و اخلاق کے اعتبار سے اپنے ہمعصر لوگوں میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے، چنانچہ قبیصہ بن جابر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہمنشینی اختیار کی میں نے ان سے زیادہ حلم بردبار اور جہالت سے دور رہنے والا کوئی نہیں دیکھا، چنانچہ امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مروت کے بارے میں اپنا فرمان نقل کیا ہے کہ مروت چار چیزوں میں ہوتی ہے اسلام میں پاکدامنی، مال کا صحیح اور جائز طریقے سے حاصل کرنا، اقرباء کی رعایت کرنا اور پڑوسیوں سے تعاون کرنا۔

خشیت الٰہی

امام ترمذی نے اپنی سنن میں حدیث ذکر کی ہے کہ شُفیا اصحی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے ایک حدیث آپ کو سنائی کہ قیامت کے دن عالم، مجاہد اور تیسرا سخی ان سے حساب کتاب لیا جائے گا اور یہ لوگ اپنی فاسد نیتوں کی وجہ سے اس میں ناکام ہو جائیں گے تو ان کو جہنم کی بھڑکتی آگ میں ڈالا جائے گا، یہ سن کر حضرت امیر معاویہ بہت روئے بہت روئے یہاں تک کہ حاضرین مجلس کو یہ خیال ہونے لگا کہ شاید آپ اسی حالت میں فوت ہو جائیں گے، پھر تھوڑی دیر بعد جب کیفیت سنبھلی تو آپ نے قرآن کریم کی ایک آیت من کان یرید الحیٰوۃ الدنیا و

زینتھا۔۔۔الخ تلاوت فرمائی۔

امام دولابی رحمہ اللہ نے کتاب الکنی میں لکھا ہے کہ ابومریم ازدی رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنایا: "جس شخص نے کسی حاجت مند کی ضرورت کو پورا نہ کیا اور حاجت مند پر اپنا دروازہ بند کرلیا تو اللہ تعالیٰ بھی آسمان سے اس کی حاجت روائی کا دروازہ بند کر دیں گے" یہ فرمان سن کر آپ رضی اللہ عنہ اتنا روئے کہ اوندھے گر گئے اور اپنے دربان سعد کو بلوایا اور ابومریم سے کہا کہ حدیث دوبارہ بیان کریں، انھوں نے دوبارہ بیان کی تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دربان سے کہا سعد میں تمھیں یہ ذمہ داری سونپتا ہوں کہ جب کوئی حاجت مند آئے تو اسے میرے پاس لے آنا پھر اللہ تعالی اس کے حق میں میری زبان پر جو فیصلہ چاہیں گے کریں گے۔

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مشاہیر امت کی نظر میں

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کو بھی خواہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، یا معاویہ رضی اللہ عنہ، اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، انہیں برا کہے، تو اگر یہ کہے کہ وہ گمراہی پر یا کفر پر تھے، تو اسے قتل کیا جائے گا اور اگر اس کے علاوہ عام گالیوں میں سے کوئی گالی دے تو اسے سخت سزا دی جائے گی۔ (شفا قاضی عیاض)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی برائی کرتے ہیں، ہم اللہ سے عافیت کے طلب گار ہیں اور پھر فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ کوئی شخص صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر برائی کے ساتھ کر رہا ہے، تو اس کے اسلام کو مشکوک سمجھو۔

ابراہیم بن سیرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو کبھی نہیں دیکھا کہ کسی کو خود مارا ہو، مگر ایک شخص جس نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کی، اس کو انہوں نے خود کوڑے لگائے۔ (الصارم المسلول)

امام ربیع بن نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اصحاب رسول ﷺ کے درمیان پردہ ہیں، جو یہ پردہ چاک کرے گا، وہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کی جرات کر سکے گا۔

پیران پیر حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے راستے میں بیٹھا رہوں (کہ سامنے ان کی سواری آجائے) اور ان کے گھوڑے کے پیر کی دھول اڑ کر مجھ پر پڑ جائے، تو میں سمجھوں گا کہ یہی میری نجات کا وسیلہ ہے۔ (غنیۃ الطالبین)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور برادر نسبتی ہیں، کاتب رسول اور وحی الٰہی کے امین ہیں، جو انہیں برا کہے اس پر خدا، رسول اور فرشتوں کی لعنت۔ (الشفا)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تم لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ کی بدگمانی سے بچو کہ وہ ایک جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ ہیں اوزمرہ صحابیت میں بڑی فضلیت والے ہیں، خبردار! ان کی بدگمانی میں پڑ کر گناہ کے مرتکب نہ ہونا۔ (ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء)

مولانا احمد رضا خان بریلوی ؒ لکھتے ہیں:

جو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرے، وہ جہنمی کتوں میں سے ایک کتا ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز حرام ہے۔ (احکام شریعت)

مولانا امجد علی رضوی ؒ لکھتے ہیں:

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے والد ماجد حضرت ابوسفیان اور والدہ ماجدہ حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی تبرا ہے، اس کا قائل رافضی ہے (بہار شریعت)

وفات حسرت آیات

۶۰ ہجری میں جب کہ حضرت معاویہ ؓ اپنی عمر عزیز کی اٹھہتر ویں بہار سے گزر رہے تھے تو اچانک ایک دن آپ ؓ کی طبیعت کچھ ناساز سی ہوگئی اور پھر آئے دن خراب سے خراب تر ہوتی چلی گئی تا آں کہ دمشق کے مقام پر مؤرخہ ۲۲ رجب المرجب ۶۰ ھ میں اسی مرض کی حالت میں آپ ؓ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور اس طرح علم وحلم، زہد وتقویٰ اور تدبر وسیاست کا یہ آفتاب جہان تاب اور ماہتاب عالم تاب عالم دُنیا کے اُفق میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا، آپ ؓ کی نمازِ جنازہ حضرت ضحاک بن قیس ؓ نے پڑھائی اور باب الصغیر دمشق میں آپ ؓ کو محو استراحت کردیا گیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ (الاستیعاب تحت الاصابہ: ۳/۳۷۸)

أقول قولی هذا واستغفر الله لی ولكم ولسائر المسلمين، فاستغفروه إنه هو الغفور الرحيم۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

نوٹ: اس مواد کو تیار کرنے میں مختلف اہل علم کے مضامین سے استفادہ کیا گیا ہے اور اقتباسات نقل کیے گئے ہیں۔